کرشن چندر کے چند افسانے

کرشن چندر بھرت پور (راجستھان) میں 26 نومبر 1913 کو پیدا ہوئے۔ وہاں ان کے والد ڈاکٹر گوری شنکر اپنی ملازمت سے جڑے ہوئے تھے۔ کرشن چندر کا بچپن جموں کشمیر میں گذرا۔ اور یہیں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر لاہور آگئے یہاں سے بی۔ اے 1932 اور ایم اے (انگریزی) 1934 میں حاصل کی۔ 1937 میں ایل ایل بی کی ڈگری بھی لی۔ ادبی ذوق کالج کے زمانے سے تھا۔ کرشن چندر نے اپنے ایک استاد پر مزاحیہ خاکہ "پروفیسر بلیکی" لکھا۔ ان کا پہلا افسانہ "یرقان" کے نام سے شائع ہوا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد افسانہ نگاری کی طرف پوری توجہ دی۔ پہلا افسانوی مجموعہ "طلسم خیال" 1939 میں شائع ہوا۔ 1939 میں آل انڈیا ریڈیو لاہور میں پروگرام اسسٹنٹ کے عہدے پر کام کرنے لگے۔ پھر ان کا تبادلہ دہلی ہوگیا۔ یہاں ادیبوں کے ایک بڑے حلقے سے قربت ہوئی۔ 1940 میں "نئے زاویئے" نام دوسرا مجموعہ منظر عام پر آیا۔ کرشن چندر کا پہلا ناول "شکست" 1943 میں شائع ہوا۔ 1942 میں پونا چلے گئے اور شالیمار کمپنی کے ساتھ فلمیں لکھنے لگے۔ 1944 میں وہاں سے چھوڑ کر بمبئی آگئے اور بمبئی کا کینڈ سے جڑ گئے۔ دو فلمیں خود کی بنائی لیکن دونوں فلاپ ہوگئی۔ پھر اپنی فلموں کی ناکامی کے بعد پھر ادبی دنیا میں لوٹ آئے۔ اور بڑی تعداد میں افسانے اور ناول شائع ہوئے۔ مہالکشمی کا پل، دوسری موت، بت جاگتے ہیں، ڈھلوان کے نیچے، پورے چاند کی رات وغیرہ افسانے اسی زمانے کی یادگار ہیں۔ ناولوں میں "دوسری برف باری سے پہلے، ایک عورت ہزار دیوانے، ایک گدھے کی سرگذشت، اہم ہیں۔ کرشن کا آخری افسانہ پاگل پاگل ہے جو 1977 میں شائع ہوا۔ اور 8 مارچ 1977 کو کرشن چندر کا انتقال ہوگیا۔

کرشن چندر کا افسانہ "جہلم میں ناؤ پر" یہ ایک ایسا افسانہ ہے جو سفر کے پس منظر میں ہے۔ یہ سفر لاری سے شروع ہوکر ناؤ پر ختم ہوتا ہے۔ لاری کا سفر کسی خوابناک دنیا کی سیر نہیں کراتا بلکہ حقیقت کی سرزمین پر گھماتا ہے۔ اس افسانے میں ایک تحصیلدار ہے جو آگے خصوصی سیٹ پر بیٹھتا ہے۔ لاری کا تھانیدار ہے جو بیچ میں بیٹھتا ہے اور خود افسانہ نگار بھی مرکزی کردار کی حیثیت سے بیچ میں ہی ہے۔ دو بوڑھی اور ادھیڑ عمر دوشیزائیں ایک مفلوک الحال ہیں، ایک کم عمر عورت ہے جس کی گود میں بچہ ہے۔

Scanned with CamScanner

لیکن وہ عورت خوبصورت نہیں ہے۔ اس افسانے میں کسی قسم کے رومان پیدا ہونے کی جگہ مرکزی کردار کو اس بدصورت عورت سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ لاری میں قے کرنے لگتی ہے۔

لاری کے رکنے کے بعد ناؤ کے سفر میں بھی وہ عورت ساتھ ہو جاتی ہے اس کے علاوہ خوبصورت اور پڑھی لکھی لڑکی اور اس کا بھائی ناؤ پر ساتھ ہیں۔ ایک بوڑھا شخص بھی ہے۔ کہانی مانجھی کے گیت کے ساتھ ساتھ بدصورت عورت کی بے بسی، خوبصورت لڑکی کی حسین آنکھوں میں پھیلی اداسی اور مرکزی کردار کے خیالات کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ بڑھتی ہے۔ پھر ناؤ کی منزل آجاتی ہے اور سب کے سب اپنے راستے پر چل دیتے ہیں۔ مرکزی کردار سوچتا رہ جاتا ہے کہ یہ سفر کب شروع ہوا تھا اور کیا یہ کبھی ختم ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کرشن چندر ایک رومانی فضا تعمیر کرتے ہیں۔ اور خوبصورت کرداروں سے اس میں چاشنی پیدا کرتے ہیں۔ لیکن دو باتیں توجہ طلب ہیں ان کے نسوانی کردار عموماً سماج کے پسماندہ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے پلاٹ اور افسانوں کا انجام خیالی اور تصوراتی نہیں بلکہ حقائق کے آس پاس ہے یہی چیز ان کو اس دور کے رومانی افسانہ نگاروں سے الگ اور ممتاز بناتی ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن کا قول ہے:

> "تھوڑی دیر کے لئے فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ افسانے رومانی ہیں جب بھی کرشن چندر کی رومانیت اوروں سے مختلف ہے۔ وہ رومان کی تلاش میں بھاگ کر مال روڈ نہیں جاتا بلکہ یہ تلاش کرتا ہے کہ روز مرہ کی زندگی میں رومان کے امکانات ہیں یا نہیں۔"

"نظارے" کرشن چندر کا دوسرا مجموعہ ہے جو 1940 میں منظر عام پر آیا۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنا ایک لب و لہجہ بھی اپنا لیا۔ رفتہ رفتہ ان کے اسلوب کی ایک پہچان بن رہی تھی۔ اس کی بہترین مثال ان کا افسانہ "دو فرلانگ لمبی سڑک" ہے۔ اس افسانے کی اہمیت صرف کرشن چندر کے تناظر میں ہی نہیں اردو افسانے کی تاریخ میں بھی دیکھی جاتی ہے۔ کچہری سے کالج تک جانے والی اس سڑک کے بہانے اس دور کے ہندوستان کا سیاسی اور سماجی منظر نامہ افسانہ نگار کے درد، تحمل اور احتجاج کے ساتھ اس افسانے میں پیش ہوا ہے۔

سڑک کی اداسی، اس کے کنارے شیشم کے سوکھے درختوں کی قطار اور ان کی ٹہنیوں پر بیٹھے ہوئے گدھ، سڑک پر گداگروں کی موجودگی، بچوں کو گود میں لئے بھیک مانگتی عورتیں۔ یہ ہمارے سامنے پورے ملک کا نقشہ پیش کر دیتے ہیں۔ وہ دور جب جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی۔ انگریزوں نے ہندوستان کو بھی اس میں گھسیٹ لیا تھا سیاسی جماعتوں میں انتشار تھا اور عوام حسن بہ تقدیر۔

Scanned with CamScanner

اس کے بعد کرشن چندر کا مجموعہ "ٹوٹے ہوئے تارے" شائع ہوا۔ اس مجموعے میں حسن اور حیوان، سینما، شاہزادہ خانجی اور کلرک، ایک سفر، اس کی خوشبو، سفید جھوٹ اور ٹوٹے ہوئے تارے جیسے افسانے شامل ہیں۔

چوتھا مجموعہ "زندگی کے موڑ پر" 1943 میں منظرِ عام پر آیا۔ جو تین طویل افسانوں پر مشتمل ہے۔ زندگی کے موڑ پر، گرجن کی ایک شام، اور بالکونی۔ طوالت کے ساتھ ساتھ ان افسانوں میں کئی باتیں مشترک ہیں۔ یہ افسانے محبت کے موضوع کا احاطہ کرتے ہیں۔ موجودہ نظام میں گھٹن اور سرمایہ دارانہ شکنجے میں کسی ہوئی محبت کے الگ الگ روپ ان افسانوں میں جھلکتے ہیں۔ کرشن چندر خود رقمطراز ہیں:

"زندگی کے موڑ پر میرا پہلا طویل مختصر افسانہ ہے اور شاید اب بھی مجھے یہ اپنے تمام افسانوں میں سب سے زیادہ پسند ہے۔"

"زندگی کے موڑ پر" کے سلسلے میں محمد حسن عسکری لکھتے ہیں:

"ممکن ہے اس کے افسانوں میں فلسفیانہ گہرائی کی کمی محسوس کی جائے، مگر کرشن چندر کبھی کبھی اپنے خاتموں میں تو فلسفی ہو جاتا ہے۔ زندگی کے موڑ پر کا سا عظیم الشان خاتمہ تو آج تک کسی اردو افسانے کو نصیب نہیں ہوا ـــــ۔"

گرجن کی ایک شام، بھی شہر اور دیہات کے تضاد کے پس منظر میں لکھا گیا ایک رومانی افسانہ ہے۔ جگدیش اپنی محبوبہ اوشا کی بے وفائی سے اداس ہو کر گرجن پہاڑی مقام پر آ جاتا ہے۔ اور شکار و عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے کہ اسی درمیان اس سے ایک لڑکی ذی نتی سے ملاقات ہوتی ہے دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتے ہیں لیکن گرجن دیوتا ذی نتی سے محبت کرنے والوں سے انتقام لیتا ہے۔ وہاں کے چرواہے بھی ایسی کہانیاں سناتے تھے۔ ایک طوفانی رات میں جگدیش اور ذی نتی بھی ہلاک ہو جاتے ہیں اور چرواہوں کو ایک اور کہانی سنانے کو مل جاتی ہے۔

1944 میں کرشن چندر کے تین افسانوی مجموعے شائع ہوئے۔ "نغمے کی موت" "پرانے خدا" اور "ان داتا"

"نغمے کی موت" کشمیر کے پس منظر میں لکھا افسانہ ہے۔ "پرانے خدا" دس افسانوں کا مجموعہ ہے جس میں "جیرا پا کا غلام" انگریزی فلموں سے متاثر ایک افسانہ ہے جس میں کرشن چندر کے قلم کی نوک پر مذہب کے ٹھیکیدار ہیں۔ خصوصی کی انصاف کی گئی ہے۔ افسانہ "پرانے خدا" طنزیہ پیرائے میں لکھا ہوا اس افسانے کے متعلق ظ۔ انصاری لکھتے ہیں:

"پیرانے خدا" جو مذہبی توہمات پرستی اور ریاکاری پر ایک شدید طنز کی صورت اختیار کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ یکایک محبت کی ناکامی کے دوران سوبہ ختم ہو جاتا ہے۔ کرشن اور رادھا کی محبت کا انجام۔ دیوتا طنز کی دھار مڑ جاتی ہے اور اس کی جگہ پھر وہی رومان پسند کرشن چندر احساس شکست کے ساتھ منزل تمام سیر کر جاتا ہے۔

"ان داتا" طویل مختصر افسانہ ہے۔ بنگال میں ہوئے ہولناک قحط کی تباہ کاری کو کرشن چندر نے افسانوی قالب میں اتارا ہے۔ اور اس کی ہولناکی کے دوش بدوش انسان کی بے حسی اور موقع سے فائدہ اٹھانے اور لاشوں سے بھی کچھ منافع کما لینے کی سرمایہ دارانہ ذہنیت کو اچھے طریقے سے بے نقاب کیا ہے۔

کرشن چندر کو جو شہرت "کالو بھنگی" اور "مہالکشمی کا پل" سے ملی اس کی دوسری مثال نہیں ملتی۔ کالو بھنگی، تکنیک، موضوع، کردار نگاری اور اسلوب کی تازگی ہر اعتبار سے ایک کامیاب افسانہ ہے۔ اس افسانے کے کردار کے مختلف پہلوؤں کو ابھارتے ہیں اور قاری کو ایک اثر انگیز کیفیت سے دوچار کرتے ہیں۔ مہالکشمی کا پل پیشکش کے اعتبار سے ایک لازوال تخلیق ہے۔ کرشن چندر دھوپ میں سوکھ رہی چھ ساڑیوں کے حوالے سے ان کو پہننے والی چھ عورتوں اور ان کے حالات کو ایک رشتہ میں جوڑ دیتے ہیں۔ ساڑیوں کے رنگ اور پیوند ان کی کہانی خود کہنے لگتے ہیں۔ اس افسانے میں ساڑیاں کسی کردار کی طرح نمودار ہوتی ہیں۔ یہ افسانہ اس وقت ایک سیاسی پہلو اختیار کر لیتا ہے جب پتہ چلتا ہے کہ وزیر اعظم کی سواری اسی طرف سے گزرنے والی ہے۔ لیکن وزیر اعظم کی سواری دوسرے راستے سے چلے جانے اور ادھر نظر نہ کرنے کی مایوسی کے بعد بھی نہ بوجھل ہے نہ ناگوار۔

ترقی پسندی کے دور میں کرشن چندر کی الگ پہچان اور مرتبہ ہے۔ اپنی خامیوں، سہل پسندی اور زود پالی پابندیوں کے باوجود جب انہوں نے لکھنا شروع کیا ایسے عام مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کے بعد کے افسانہ نگاروں کے لیے بھی وہ ایک مثال ہیں۔ جن سے تحریک پا کر افسانہ نگاروں کی ایک پوری نسل سامنے آ گئی۔

بہرحال ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ترقی پسند افسانہ نگاروں میں کرشن چندر کا مقام بہت اہم ہے۔

Afsar Kazmi
9.5.2020.

Scanned with CamScanner